ہیں نظر آتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحٰق بن راہویہؒ کے اس
ک کی تغلیط کرتے ہوئے کہ اس سے مراد حج ہے، یہاں تک کہتے ہیں کہ اس
لاں شریعت میں رخنہ اور شگاف پیدا ہو جاتا ہے۔ موصوف کی اصل عبارت
ہے۔

قال مالك سبل الله كثيرة ولكني لا أعلم خلافاً في أن
المراد بسبيل الله ههنا الغزو من جملة سبيل الله، إلا
ما يؤثر عن أحمد وإسحٰق، فإنهما قالا إنه الحج،
والذي يصح عندي من قولهما أن الحج من جملة السبل
مع الغزو، لأنه طريق بر، فأعطي منه باسم السبيل
وهذا يحل عقد الباب ويخرم قانون الشريعة وينثر
نظام النظر، وما جاء قط بإعطاء الزكاة في الحج أثر، [٩٥]

معترض کا نقد و نظر چونکہ تحقیقی نہیں، بلکہ سطحی و عوامی ہے، اس لئے عوامی
ذہن کے استعمال کے لئے وہ نہایت مدبرانہ ہوشیاری کے ساتھ چند
علماء کے اقوال اکٹھا کر کے ان کا ایک تانا بانا محض الفاظ کے ذریعہ
بنتے ہیں۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح ان کے باطل نظریہ کی تائید ہو سکے اور
اس سلسلے میں جہاں کہیں سے بھی کوئی بات ملتی ہے، اسے فوراً اچک لیتے ہیں چنانچہ
ابن عربی کی مذکورہ بالا عبارت کو انہوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ
نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف قتال کے علاوہ
دوسرا مفہوم مراد لینا قطعاً قلعہ اور دین میں شگاف پیدا کرنا ہے۔

احکام القرآن، قاضی ابن العربی مالکی (م ۵۴۳ھ)، ۲/۹۶۹، دار المعرفۃ بیروت
دیکھئے ماہنامہ الفرقان، اگست ۱۹۸۸ء، ص ۲۲

جیسا کہ عرض کیا گیا کسی مسئلے کی تحقیق میں بجائے علمی دلیلوں کے مخالف اہل مسلک والوں کی تعریف و تنقید کو پیش کرنا علمی اعتبار سے ایک مغالطہ ہے اور اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا، کہ آپ علمی نقطۂ نظر سے "مسلک مخالف" کو صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ کو کسی بھی مسئلے میں اپنے فقہی مسلک کو ترک کرکے فلاں اور فلاں کا مسلک اختیار کر لینا چاہئے۔ اور زیر بحث مسئلے میں کم از کم آپ کو علامہ ابن حزمؒ کا مسلک اختیار کرنا پڑے گا جن کی رائے کو آپ نے ابن العربی کی رائے کے بعد بطور تائید نقل کی ہے۔ تو کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟ بے اصولی اور بد دیانتی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

بہرحال یہ پوری عبارت غلطیہا تے مضامین کا ایک پشتارہ نظر آتی ہے۔ اور اس میں ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ نظر آتا ہے۔ چنانچہ چند مزید نکات ملاحظہ ہوں۔

اس سلسلے میں پہلی بات یہ کہ اس موقع پر امام احمد اور امام اسحاق صرف دو ہی افراد کا اختلاف نہیں بلکہ اس اختلاف میں امام محمدؒ اور امام حسن بصریؒ بھی[99] شامل ہیں۔ اور اس مسلک والوں کو صحابہ کرام کی بھی تائید و حمایت حاصل ہے جو "جمہوری مسلک" والوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے فقہاء کی آدھی تعداد ایک طرف ہے تو آدھی تعداد (امام مالک، امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ) دوسری طرف، لہٰذا تعداد اور قوت کے اعتبار سے یہ دونوں مسلک تقریباً برابر برابر ہیں۔

دوسری بات یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ان کے مسلک میں مختلف حدیثوں کے پیش نظر توسیع ہوتی ہے۔ اور کسی مسئلے میں مو

۹۹۔ دیکھئے بخاری کتاب الزکاۃ ۲/۱۲۷، نیز تفسیر قرطبی۔

ان سے متعدد اقوال مروی ہیں اور ان اقوال کی بنیاد حدیثوں پر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں مروی حدیثوں کو امام احمد بن حنبل ابن العربی سے زیادہ جانتے ہیں۔

تیسری بات جو ایک عجوبہ معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن العربی فی سبیل اللہ سے حج لینے والے مسلک پر شدت سے تنقید کرتے ہوئے اس کو شریعت میں ایک شگاف پیدا کرنے والی بات قرار دے رہے ہیں، اور معترض اس کو بڑی تحسین کے ساتھ نقل بھی کر رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے اس سلسلے میں مروی حدیثوں کو بھی بہت بڑی حد تک صحیح سمجھتے ہیں۔ یا للعجب! اتنے صریح تناقض کے ساتھ یہ دونوں باتیں... بیک وقت صحیح کیسے ہو سکتی ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے شریعت میں شگاف پیدا کیا، اور اس کا دروازہ کھولا۔ کیا کوئی صحیح الدماغ آدمی کے قلم سے اس قسم کی تحریر نکل سکتی ہے؟ چنانچہ اس سلسلے میں خود معترض ہی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

• غازیوں کو فی سبیل اللہ کا مصداق قرار دینے کے علاوہ صحابہ و مجتہدین کے یہاں اگر کوئی دوسرا قول ملتا ہے تو یہ غازیوں کے ساتھ ضرورت مند حجاج بھی "فی سبیل اللہ" میں داخل ہیں۔ یہ مسلک صحابۂ کرام میں حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔ اور مجتہدین میں امام محمدؒ اور اسحاقؒ کا ہے امام احمد کے دو قولوں میں ایک جمہور فقہاء کے موافق اور دوسرا ان کے خلاف ہے[سلہ]

سلہ ماہنامہ الفرقان، اگست ۱۹۸۸ء، ص ۲۳، ۲۴

اسے تفاوت و تضاد فکری کا ایک شاہکار نہ کہا جائے تو کیا کہا جاسکتا ہے
اس سلسلے میں مروی احادیث و آثار کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس مسلک کو "بے
نشان پیدا کرنے والی بات" قرار دینا اور اسے "چھوٹا منہ، بڑی بات" کی قبیل
سے ہے۔ جہاں تک حج کے سبیل اللہ میں قطعی طور پر شامل ہونے کے بارے میں تفصیلی
بحث پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے ابن العربی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر
کے حدیث کے بارے میں جو اوٹ پٹانگ قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے ان
کی تشفی نہیں ہوئی، بلکہ انہیں یہ غم برابر کھائے جاتا ہے کہ بعض حدیثوں میں حج
کو صراحتاً فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے۔ اسے کس خانے میں فٹ کیا جائے؟ مگر اس
سلسلے میں کوئی راستہ نہ پا کر انہوں نے اپنے زرخیز دماغ سے ایک نیا شوشہ گھڑ ہی
لیا کہ "جہاں تک حدیث بالا کا تعلق ہے تو اس میں کیا استحالہ ہے کہ حج راہ خدا (سبیل اللہ)
میں سے ہو۔ لیکن آیت میں سبیل اللہ سے مراد حج نہ ہو"۔[1]

اس کو دین و شریعت کے مقابلے میں اپنی حیرانی و سرگردانی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا
ہے۔ اور اسی کو کہتے ہیں "کھسیانی بلی کھمبا نوچے"۔ ظاہر ہے کہ یہ نص کے مقابلے
میں "قیاس فاسد" ہے جو اصولی اعتبار سے باطل ہے۔ کیونکہ یہ ارشاد رسول ﷺ کے
مقابلے میں محض اپنی نفسانی خواہش کا اتباع ہے۔ بقول اقبال۔ ؎

پوچھ ان کا سے ان مدرسہ والوں کا ضمیر — خوب دغا خوب کی اس دور میں ہے کس کو تمیز

(جاری)

---

[1] ماہنامہ الفرقان، اگست ۱۹۸۰ء ص ۲۲

عبدالرزّاق کرد علی

۱۸۷۶ء ——— ۱۹۵۳ء

فیضان احمد ، شعبۂ عربی ، علی گڑھ

(۷)

۶ ـ الاسلام والحضارۃ العربیہ :ـ

اہل یورپ کچھ تو ناواقفیت اور زیادہ تر مذہبی وسیاسی اسباب ومصالح کی بنا پر مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب وتمدن پر مدتوں سے جو حملے اور اعتراضات کرتے چلے آرہے تھے ان میں مذہبی تعصب کی کمی علم وتحقیق کی وجہ سے آگئی ہے اور خود یورپ کے علماء ومحققین نے ان کی تردید میں کتابیں لکھی ہیں جن میں اسلام کی روحانی اور اخلاقی برکتوں، مسلمانوں کے تمدن کی عظمت اور برتری اور دنیا پر ان کے احسانات کا بھرپور اعتراف کیا ہے مگر اب بھی کبھی کبھی پرانی آواز کی صدائے بازگشت آتی رہتی ہے۔

اسلامی تہذیب وتمدن اس کی تعلیمات ومعتقدات پر مختلف علماء ومحققین نے کتابیں لکھی ہیں ان میں کرد علی کی کتاب "الاسلام والحضارۃ العربیۃ"

ایک جامع اور مفید کتاب ہے کتاب میں یورپ کی مختلف زبانوں میں اسلام اور مسلمانوں کی موافقت اور مخالفت میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب کر مصنف کی نگاہ میں ہے، چنانچہ انہوں نے ان تمام اعتراضات کا جائزہ لیا ہے جو اسلام اور اسلامی تہذیب پر عموماً کئے جاتے ہیں، اور ان کا تسلی بخش جواب دیا ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کی علمی اور تمدنی تاریخ اور دنیا پر ان کے احسانات کی سرگزشت تحریر کر دی ہے اس کے ساتھ ہی مغربی تہذیب کے تاریک گوشوں کو بھی بے نقاب کیا ہے اور یورپ کی پر فریب سیاست اور اس کی دحشت و بربریت کا بھی پردہ چاک کیا ہے اس طرح اس کتاب میں وہ تمام مسائل و مباحث موجود ہیں، جو اس موضوع کے لئے ضروری ہیں مگر ان خوبیوں کے ساتھ اس میں بعض خامیاں بھی ہیں، جس کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے، اس زمانہ میں مغربی تہذیب اور اس کی مادی تمدنیوں کا ایسا رعب چھایا ہوا ہے کہ اس کے ناقدین بھی اس کے مادی مظاہر کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں اور یورپ کی تہذیب کو معیار اور اس کے تمدنی نظریوں کو مسلم مان کر اپنی تہذیب اور اپنے تمدنی نظریوں کو بھی اس رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کمزوری اس کتاب میں بھی جابجا نظر آتی ہے اور اسلامیت کے ساتھ عربی قومیت و وطنیت کے جذبات بھی موجود ہیں مگر خامیوں کے مقابلہ میں خوبیاں زیادہ ہیں اور مجموعی لحاظ سے یہ کتاب مفید ہے۔ [1]

۱۔ المذکرات :۔

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب کے اردو ترجمے پر شاہ معین الدین صاحب کا مقدمہ، الکتاب، دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع

آپ بیتی اور ذاتی ڈائری لکھنے کا رواج باذوق لوگوں میں عموماً رہا ہے۔ عظیم شخصیات اور بڑے بڑے ادیبوں کی بھی آپ بیتیاں جگ بیتیاں بن جاتی ہیں۔ کیونکہ اس میں ذاتی احوال و وقت نیز کے پس منظر میں اس دور کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ اگر ہم ان مشاہیر کی آپ بیتیوں کی روشنی میں ان کے دور کی سماجی، سیاسی اور ادبی رجحانات کی تاریخ کا مرتب کرنا چاہیں تو آسانی کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشاہیر کی آپ بیتیاں جہاں ان کی ذاتی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں اسی کے ساتھ اپنے دور کی بہترین عکاسی بھی ہوتی ہیں اور ہر دور میں یکساں افادیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اور لوگ مرورِ زمانہ کے باوجود پورے ذوق و شوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر آپ بیتی یا ذاتی ڈائری کسی ایسے شخص کی ہو جو اپنے دور میں مختلف میدانوں سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ میدان ادب کا رمز شناس ہو تو سونے پر سہاگہ ہو جاتا ہے۔ آپ اس کے زبان و بیان کی حلاوت و شیرینی کے ساتھ جب اس کی ذاتی شخصیت اور اس کے دور کا مطالعہ کریں گے تو اس کی ادبیت ثقاہت و بوریت سے آپ کو کوسوں دور رکھے گی، جا بجا اس کے ادبی فقرے مزاحیہ چٹکلے آپ کے ذوق و وجدان کو لطف اندوز کرتے رہیں گے۔

کرد علی کی ذاتی ڈائری المذکرات جو چار جلدوں پر مشتمل ہے ان تمام خوبیوں سے متصف ہے جو ایک مکمل اور معیاری آپ بیتی کے لئے ناگزیر ہے۔ کرد علی کی طرح مختلف لوگوں نے اپنی ذاتی ڈائری اور آپ بیتی لکھی ہیں مثلاً طٰہٰ حسین نے الایام، احمد امین نے حیاتی اور لطفی سید نے قصہ حیاتی لکھا ہے لیکن کرد علی کی اس ڈائری کی انفرادیت یہ ہے کہ اس نے اپنی سیرت و کردار کو اس میں کم سے کم پیش کیا ہے اور جو کچھ ہے بھی اس کی کڑیاں ایک دوسرے سے مربوط نہیں ہیں بلکہ مختلف مراحل حیات، انفعال و کردار کو منتشر اور پراگندہ شکلوں میں پیش کیا

ہے اور نہ ہی ضرورت اور حالات کے تحت وہ لکھتے ہیں۔ "اپنے مذاکرات میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنے متعلق کچھ نہ کہوں، لیکن مجبوری یہ ہے کہ جو حقائق کو میری آنکھوں نے دیکھا ہو، میرے کانوں نے سنا ہو، تو کیسے ممکن ہے کہ میں اپنی ذات کو اس سے جدا کروں اس لئے اس باب میں میں نے تاثرات کو پیش کرنے میں مغربی مصنفین کے طریقہ کار کی پیروی کی ہے"[1] یہی وجہ ہے کہ کرد علی کی یہ تصنیف اسلوب بیان اور طرز نگارش کے لحاظ سے تمام کتابوں میں منفرد نوعیت کی حامل ہے جس کی طرف خود صاحب کتاب نے اشارہ کیا ہے۔ "میں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جس کی عظمت اس کے مضامین میں پنہاں ہے میں نے اپنے کو مولفین کے نقش قدم اور متاخرین و متقدمین کے طریقہ کار سے منحرف نہیں پایا لیکن اب میں ان گرانبار قیود سے رہائی چاہتا ہوں، جس کی پاسداری مدتوں کرتا رہا ہوں اور اس لئے بندھے طرز بیان سے دور ہونا چاہتا ہوں، آزاد، مطلق طرز نگارش اور اسلوب بیان اختیار کرنا چاہتا ہوں آج میں اس وقت اس طریقہ کار کو اپنا رہا ہوں جبکہ دنیا کے نشیب و فراز کو دیکھ چکا ہوں، اس کی ترشی اور ترشیوں کا مزہ چکھ چکا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میں نے کہیں طنز و مزاح کے اسلوب اپنایا ہے تو کہیں آہ و بکا کا حقیقت تو یہ ہے کہ سنجیدگی سے میری زندگی تنگ آگئی ہے۔ ایک لمبی مدت تک اس حالت میں رہنے کی وجہ سے اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور اب میری طبیعت زندگی کے ایک ہی ڈھرے پر رہتے رہتے اس سے بغاوت چاہتی ہے"۔[2]

---

[1] المذکرات ج۱، کرد علی، ص ۳

[2] المذکرات ج۱، کرد علی ص ۳، ۴